علم کیا ہے؟

عبدالرزاق ظہیر

وہ دور تو خیر اب رہا نہیں کہ لوگ اہمیت علم کو نہ سمجھ سکیں۔ اس بات میں مگر لوگوں کی معلومات اب بھی ناکافی ہیں۔ کہ اصل میں علم ہے کیا۔ بعض سطحی قسم کی سوچ رکھنے والے عمرانیات، اقتصادیات اور سائنس کو علم قرار دیتے ہیں اور اسی علم کی فضیلت میں وہ مقولہ جس کو عام طور پر حدیث سمجھا جاتا ہے بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے" مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل علم "علم دین" ہی ہے۔ جو خالق کائنات کا عرفان بخشتا ہے اور جینے کی راہیں متعین کرتا ہے۔ اور وہ فضائل و مناقب جو قرآن وحدیث میں ملتے ہیں۔ وہ بھی اسی علم کے ہیں۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (سورۃ فاطر)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ علم کی ضرورت اور اسکی اہمیت وفضیلت سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا اور اس کے مقام و مرتبہ پر قرآن وحدیث شاھد ہے۔ رب قدس اپنے کلام مجید کے اندر فرماتے ہیں۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات. (سورۃ المجادلۃ)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم ملا (دین کے عالم) اللہ تعالیٰ ان کے درجے (دنیا و آخرت میں) بلند کرے گا۔

نبی فرماتے ہیں۔ **فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم.** (مشکوٰۃ)

کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے ہم علم کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عام آدمی تو کجا عابد اور عالم کے مقام میں بھی زمین وآسمان کا فرق ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک لوگ روٹی اور پانی سے بھی پہلے علم کے محتاج ہیں۔

علم کی ضرورت امام احمد بن حنبلؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ **الناس محتاجون الی العلم قبل الخبز والماء لان العلم یحتاج الیہ الانسان فی کل ساعۃ والخبز والماء فی یوم مرۃ او مرتین.**

"کہ لوگ روٹی اور پانی سے بھی قبل علم کے محتاج ہیں کیونکہ انسان علم کا ہر گھڑی محتاج ہوتا ہے جبکہ روٹی اور پانی کی دن میں ایک یا دوبار ضرورت پڑتی ہے۔" غور فرمائیے امام صاحب کے نزدیک علم کی اہمیت روٹی اور پانی سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

> لوگ روٹی اور پانی سے بھی قبل علم کے محتاج ہیں کیونکہ انسان علم کا ہر گھڑی محتاج ہوتا ہے جبکہ روٹی اور پانی کی دن میں ایک یا دوبار ضرورت پڑتی ہے۔" غور فرمائیے امام صاحب کے نزدیک علم کی اہمیت روٹی اور پانی سے بھی کہیں زیادہ ہے

اب سوال یہ ہے کہ علم کیا ہے اور کونسے علم کے متعلق یہ فضیلت ہے۔

علماء کے نزدیک علم کی فضیلت:

علماء نے علم کی تعریف یہ کی ہے کہ علم یقین اور ظہور کا نام ہے اب جس آدمی کو اللہ کی صفات کا علم ہوگا اس کی قدرت اور طاقت کو جانتا ہوگا۔ تو ضرور اس کے دل میں اللہ کی خشیت ہوگی کیونکہ آدمی کو جس بات کا یقین ہوتا ہے اس کو کر گزرتا ہے۔ اب اگر کسی کو اللہ قرآن او نبی ﷺ پر یقین ہوگا تو وہ اس پر عمل بھی کریگا اگر عمل نہ کرے تو گویا اس کو یقین نہیں۔ جب یقین نہیں تو وہ عالم بھی نہیں۔ حقیقی عالم کو اپنے علم پر یقین ہوتا ہے پھر وہ ہروقت خوف خدا سے لرزتا رہتا ہے۔

میں نے جو آیت شروع میں نقل کی ہے سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں یعنی جو شخص اللہ کی صفات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا وہ اس سے اتنا ہی بے خوف ہوگا اور اس کے برعکس جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کے علم اس کی حکمت اس کی قہاری و جباری اور اسکی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے خوف کھائے گا۔ پس درحقیقت اس آیت میں علم سے مراد فلسفہ وسائنس اور تاریخ و ریاضی وغیرہ کے درسی علوم نہیں ہیں۔ بلکہ صفات الٰہی کا علم ہے کہ۔

علوم دنیوی کے بحر میں غوطے لگانے سے
زبان گو صاف ہوجاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا
حضور قلب اگر حاصل نہیں تجھ کو تو تعجب کیا
خدا جب دل سے غائب ہو تو دل حاضر نہیں ہوتا

تو معلوم یہ ہوا کہ جس کے دل کے اندر خشیت الٰہی نہیں ظاہری طور پر وہ جتنا بھی پڑھا لکھا ہو شرعاً وہ عالم نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ **لیس العلم عن کثرۃ الحدیث ولکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ.**

"علم کثرت حدیث کی بنا پر نہیں بلکہ خوف خدا کی کثرت کے لحاظ سے ہے۔"

سعد بن ابراہیمؒ سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے تو فرمایا **اتقاھم لربه** جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں" **من لم یخش فلیس بعالم**" "جس آدمی کے اندر خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

لیس العلم عن کثرة الحدیث ولکن العلم عن کثرة الخشیة.

"علم کثرت حدیث کی بنا پر نہیں بلکہ خوف خدا کی کثرت کے لحاظ سے ہے۔"

اب خشیت کے متعلق ایک صحابی حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں **الخشیة التی تحول بینک وبین معصیة الله عزوجل** "کہ خشیت الٰہی وہ ہے جو تیرے اور معصیت کے درمیان حائل ہو کر خدا کی نافرمانی سے بچاتی ہے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ صحیح عالم خشیت الٰہی کا منبع ہوتا ہے۔ جہاں سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

العالم من خشی الرحمن بالغیب ورغب فیما رغب الله فیه وزهد فیما سخط الله فیه "

عالم وہ ہے جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ایسی چیز میں رغبت رکھتا ہے جو اللہ کو مرغوب ہے اور جس کام سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اس سے الگ ہو جاتا ہے۔

خشیت الٰہی رکھنے والے عالم کی مثال امام غزالی نے یہ دی ہے کہ وہ پھل دار درخت کی طرح ہوتا ہے کوئی اس درخت پر اینٹ یا پتھر پھینکے تو شجر ثمر دار جواب میں پتھر نہیں پھینکتا بلکہ پھل پھینکتا ہے۔

علم تو ایک نور ہے جو آدمی کے دل میں اتر کر کے اس کے دل کو جلا بخشتا ہے اس کے سینے کو منور کرتا ہے۔ دل کو خشیت الٰہی کا مرکز بنا دیتا ہے۔

دوسری مثال یہ کہ خشیت الٰہی رکھنے والے عالم ثمر دار ٹہنی کی طرح ہوتا ہے یعنی ایسی ٹہنی زمین کی طرف جھکی ہوئی ہوتی ہے اور بے ثمر شاخ اوپر اٹھی ہوتی ہے اسی طرح خوف خدا سے عالم جھکا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے خوف خدا سے خالی عالم بے ثمر شاخ کی طرح گردن اکڑا کر چلتا ہے۔ اس میں نخوت اور غرور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علم تو ایک نور ہے جو آدمی کے دل میں اتر کر اس کے دل کو جلا بخشتا ہے اور اس کے سینے کو منور کرتا ہے۔ دل کو خشیت الٰہی کا مرکز بناتا ہے اور اگر کسی کا علم صرف زبان کی حد تک رہے اس کے اندر خشیت الٰہی پیدا نہ ہو تو وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔

ان العلم لیس بکثرة الروایة وانما العلم نور یجعله الله فی القلب "علم کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ حقیقی علم تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دے" اس کی مزید وضاحت امام حسن بصری کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک علم اللسان (زبان کا علم) جو ابن آدم کے خلاف خدا کے ہاں دلیل بنے گا دوسرا علم فی القلب ہے (دل میں اتر جانے والا علم) یہی نفع بخش علم ہے کہ

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشاہ ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

بغیر عمل کے علم آدمی کیلئے تباہی کا سبب ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے کہ علماء بد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پتھر نہر کے منہ پر رکھ دیا جائے نہ تو وہ خود پانی پیئے گا نہ پانی کو آگے بہنے دے گا۔ کہ کھیتوں اور باغوں کو سیرابی نصیب ہو۔ حضور نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جس کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو کہنے لگے ہم لوگوں کو نیکی کی باتیں بتاتے تھے مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ہم دوسروں کو برائی سے منع کرتے تھے۔ مگر خود ان برائیوں میں ملوث تھے۔

ایک روز شیخ شقیق بلخیؒ نے اپنے شاگرد حاتم اصم سے پوچھا حاتم تم کتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو انہوں نے جواب دیا کہ تینتیس سال سے شیخ صاحب نے کہا کہ بتاؤ اتنے طویل عرصے میں آپ نے مجھ سے کیا سیکھا؟ شاگرد نے کہا کہ صرف آٹھ مسئلے شیخ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میرے اوقات تیرے اوپر ضائع چلے گئے کہ تم نے صرف آٹھ مسئلے سیکھے حاتم نے کہا استاد محترم زیادہ نہیں سیکھ سکا اور جھوٹ بھی نہیں بول سکتا۔

استاد نے کہا اچھا بتاؤ کیا سیکھا ہے؟

حاتم نے کہا:

۱۔ میں نے مخلوق کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر کسی کا کوئی محبوب ہوتا ہے قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے لیکن جب قبر میں پہنچ جاتا ہے تو محبوب سے جدا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو بنا لیا جب قبر میں جاؤں گا تو یہ میرا محبوب میرے ساتھ رہے گا۔

۲۔ میں نے خدا کے فرمان پر غور کیا **واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ. فان الجنة هي المأوىٰ** (سورة النازعات)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی۔

تو اپنے نفس کو برائیوں سے لگام دی۔ خواہشات انسانی سے بچنے کی محنت کی یہاں تک کہ میرا نفس اطاعت الٰہی پر جم گیا۔

۳۔ لوگوں کو دیکھا کہ اگر کسی کے پاس کوئی قیمتی چیز ہے تو کو سنبھال کر رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھا۔ **ما عندکم ینفدو ما عند الله باق** (سورة النحل)

(جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔)

تو جو چیز مجھے قیمتی ہاتھ آئی اسے خدا کی طرف پھیر دیا تاکہ اسکے پاس محفوظ ہو جائے جو کبھی ضائع نہ ہوگی۔

۴۔لوگوں کو دیکھا تو ہر ایک کا رجحان دنیاوی مال، حسب ونسب اور دنیوی جاہ ومنصب پر پایا ان امور میں غور کرنے سے یہ چیزیں ہیچ دکھائی دیں ادھر فرمان الٰہی پڑھا۔ ان اکرمکم عندالله اتقاکم (سورۃ الحجرات)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ تو میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت پاؤں۔

۵۔میں نے دیکھا کہ لوگ آپس میں گمان بد رکھتے ہیں ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں دوسری طرف فرمان الٰہی دیکھا نحن قسمنا بینهم معیشتهم (سورۃ الزخرف)

دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ذرائع معیشت تو ہم نے تقسیم کیے ہیں۔

اس لئے میں نے حسد چھوڑ کر خلق سے کنارا کر لیا اور یقین ہوا کہ قسمت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا خلق کی عداوت سے باز آ گیا۔

۶۔لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکش اور کشت وخون کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اس نے فرمایا:

ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا (سورۃ فاطر) "(درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو)"

اس لئے میں نے صرف اکیلے شیطان کو اپنا دشمن ٹھہرا لیا اور اس بات کی کوشش کی کہ اس سے بچتا ہوں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی عداوت پر گواہی دی ہے لہٰذا میں نے مخلوق سے عداوت چھوڑ کر اپنا سینہ صاف کر لیا۔

۷۔لوگوں کو دیکھا کہ روٹی کے ٹکڑے پر اپنے نفس کو ذلیل کر رہے ہیں ناجائز امور میں قدم رکھتے ہیں۔ میں نے ارشاد باری تعالیٰ دیکھا وما من دآبة فی الارض الا علی الله رزقها (سورۃ ھود)

زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔ پھر میں نے ان باتوں میں مشغول ہوا جو اللہ کے حقوق میرے ذمے ہیں میں نے اس رزق کی طلب ترک کر دی جو اللہ کے ذمے ہے۔

۸۔میں نے خلق کو دیکھا کہ کوئی کسی عارضی چیز پر بھروسہ کرتا ہے کوئی اپنی تجارت پر، کوئی اپنے پیشے پر، کوئی بدن کی تندرستی پر، کوئی اپنی طرح کی مخلوق پر تکیہ کرتا ہے میں نے خدا کی طرف رجوع کیا کہ یہ ارشاد پایا۔ ومن یتوکل علی الله فهو حسبه (سورۃ طلاق)

جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اس کیلے وہ کافی ہے۔

تو میں نے خدا پر توکل کیا وہی مجھے کافی ہے۔

شیخ بلخی نے فرمایا اے میرے پیارے شاگرد حاتم خدا آپکو ان کی توفیق نصیب کرے میں نے جو تورات، انجیل، زبور اور قرآن کے علوم کا مطالعہ کیا تو ان سب کی اصل جڑ آٹھ مسائل پر پائی۔ ان آٹھ مسائل پر عمل کرنیوالا چاروں آسمانی کتابوں کا عامل ہوا (بحوالہ احیاء العلوم غزالی)

میری امت کے علماء وفضلاء اور مربی ملت کے مہکتے ہوئے پھولو! ایسے ہی علم کے متعلق علی وجہ البصیرت کہا جاتا ہے کہ علم جنت کی راہ کا مینارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کی بدولت قوموں کو عروج دیتا ہے علم کی وجہ سے عمل میں حسن آتا ہے فرشتے اہل علم کی رفاقت کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اپنے نورانی پروں سے ان کو چھوتے ہیں اور خشک وتر چیز ان کی بخشش کیلئے دعا کرتی ہے۔ سمندر میں مچھلیاں جنگلات کے درندے اور آسمان کے ستارے بھی اہل علم کیلئے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور دل کی قوت ہے۔ علم آدمی کا محافظ۔ یہ اسی علم کے ذریعے آدمی نیک لوگوں کی منزلیں پاتا ہے۔ اس علم کی روشنی میں اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی علم جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے یہی علم ہماری کھوئی ہوئی عظمت وسطوت کی واپسی کی دلیل صادق ہے۔ یہی علم آدمی کا دنیا وآخرت میں صدیق حمیم ہے۔ ہمارے لئے اس واقعہ کے اندر ایک عظیم سبق ہے۔ کہ ہم اور خصوصا ہمارے علماء آج یہ دیکھیں کہ ان کے اندر یہ آٹھ چیزیں موجود ہیں؟

اگر موجود ہیں تو خوش نصیبی ہے اگر نہیں ہیں تو انہوں نے اس علم سے صحیح استفادہ نہیں کیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بعض نام نہاد علماء نے خالق کو چھوڑ کر مخلوق پر تکیہ کیا ہوا ہے اور بعض چڑھتے ہوئے سورج کو سلام کرتے ہیں بڑے لوگوں کی پیشانیوں کو دیکھ کر مسئلے بتلاتے ہیں۔ حکمرانوں کی کرسی کو سلام کرتے ہیں جبکہ علماء کا کام تو یہ تھا "**افضل الجهاد کلمة الحق عندسلطان جائر**" کہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کی صلائیں بلند کرتے۔

جسے اسلام کی عظمت پر کٹ مرنا نہ آتا ہو
مسلمانوں کے بیڑے کا کھویا ہو نہیں سکتا

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو فتنے کی جگہ سے بچاؤ لوگوں نے پوچھا وہ کون سی جگہیں ہیں

> **حاتم نے کہا:**
> میں نے مخلوق کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر کسی کا کوئی محبوب ہوتا ہے قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے لیکن جب قبر میں پہنچ جاتا ہے تو محبوب سے جدا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو بنا لیا جب قبر میں جاؤں گا تو یہ میرا محبوب میرے ساتھ رہے گا۔

فرماتے ہیں جہنم میں ایک جنگل ہے جس میں وہی عالم رہیں گے جو بادشاہوں کی زیارت کو جاتے ہیں۔

علماء کے شایان شان نہیں کہ دردر کی ٹھوکریں کھائیں اور کشکول گدائی لیکر پھرتے رہیں علماء کی شان اس سے بہت بلند ہے۔علماء کو تو آسمان کے ستاروں سے تشبیہ دی جاتی ہے ستاروں کے تین فائدے ہیں۔

ا۔اندھیری رات میں ان سے راستہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۔آسمان کی زینت ہیں۔

۳۔شیطانوں کو چنگاڑے پڑتے ہیں۔علماء بھی زمین پر تین اوصاف رکھتے ہیں۔

ا۔گمراہی میں ان سے راہنمائی لی جاتی ہے۔

۲۔زمین کی زینت ہیں۔

۳۔جولوگ حق وباطل میں امتزاج کرتے ہیں ان کیلئے تازیانوں کا کام دیتے ہیں۔

امام حسن بصری نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ علماء کے لکھنے کی سیاہی شہیدوں کے خون کیساتھ تولی جائے گی تو سیاہی خون سے بھاری نکلے گی۔

دنیا کے سارے تخت وتاج مل کر بھی علماء کے لکھے ہوئے ایک لفظ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

مزید فرمایا **لولا العلماء لصار الناس مثل البھائم** ''اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ جانوروں کی طرح ہوجاتے۔

علم کے مقابلے میں دنیا کیا ہے؟

سارے بادشاہوں کے تاج وتخت ملکر بھی علماء کے لکھے ہوئے ایک لفظ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

علماء کو بھی احساس کمتری کا شکار ہونے کی بجائے حضرت علی کی زبان میں یہ کہنا چاہیئے۔

رضینا قسمۃ الجبار فینا
لنا علم وللجھال مال
فان المال یفنی عن قریب
وان العلم یبقی لایزال

ہم خدائے جبار کی قسمت پر راضی ہیں ہماری قسمت میں علم ہے اور جاہلوں کی قسمت میں مال ہے بیشک مال جلد فنا ہونے والا ہے۔اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔

علماء کو چاہیئے کہ اپنی تمام امیدیں صرف اللہ سے وابستہ کریں اس کی طرف رجوع کریں اسی کی ذات پر توکل کریں اسی کے سامنے جبین نیاز جھکائیں۔اسی کو اپنی کامیابی کیلئے پکاریں۔

عوام کی اصلاح کا درد ہروقت اپنے دل میں رکھیں۔سیکھنے والوں سے پیار کریں۔اصل دین (یعنی قرآن وسنت) کی دعوت دیں اتفاق واتحاد کو عملی جامہ پہنائیں اگر کسی سوال کا جواب نہ آئے تو غلط بتلانے کی بجائے معذرت کرلیں اس میں عالم کی کوئی توہین نہیں ہے۔بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں

واللہ ان الذی یفتی الناس فی کل مایسئلونه لمجنون.

بخدا جو لوگوں کے ہر سوال مفتی بن کر جواب دئے جاتا ہے حقیقتا وہ مجنون ہے۔اور یہ بات عقلا بھی محال کہ آدمی کو ہر قوم کے ہر سوال کا جواب آتا ہے۔

لیکن بعض علماء کا رویہ اس قسم کا ہے کہ اپنی تبلیغ و تقریر کے اندر کوئی اصلاحی بات نہیں بلکہ انتشار ہے اتحاد کی بجائے فرقہ واریت کی دعوت ہے اور بعض کا رویہ کل کے قصہ گو لوگوں کی طرح ہے کوئی عمل کی بات نہیں کوئی کام کی بات نہیں جو منہ میں آیا کہہ دیا قطع نظر اس کے کہ دین اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں۔ اور پھر اگر کوئی آدمی دوران خطاب یا بعد میں کوئی سوال کر بیٹھے پھر اس کی خیر نہیں یا تو خدا کار اس سائل کی زبان بند کردیں گے یا خطیب بے بدل تکبر میں آکر ایسی بات کریگا جس سے وہ بیچارہ نشانہ مذاق بن جائے گا۔ایسے خطباء کے متعلق کسی نے کہا ہے۔

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ
اپنی ہر بات کو آواز خدا کہتے ہیں
ان کے ہر کام میں دنیا طلبی کا سودا
ہاں مگر وعظ میں دنیا کو برا کہتے ہیں
فرقہ بندی کی ہوا تیرے گلستان میں چلی
یہ وہ ناداں ہیں جو اسے باد صبا کہتے ہیں۔

حضرت عمر کی خطابت کا کون معترف نہیں ہے لیکن جب ان سے دوران خطاب سوال کیا جاتا تو رک کر اسے مطمئن کرتے پھر آگے چلتے اس لئے کہ جس کے دل میں خشیت الٰہی ہے وہ خوف خدا سے دبا اور جھکا ہوا ہوتا ہے وہ تول تول کر بولتا ہے۔اور بول بول پر تولتا ہے۔اور اسے یقین ہوتا ہے کہ دل کی نیت پر خدا کی نظر ہے اور زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ریکارڈ ہورہا ہے۔وہ لوگوں کی حقارت پر نہیں بلکہ ان کی اصلاح پر حریص ہوتا ہے۔

اللھم انا نسئلک علما نافعا فی الدنیا

لیکن بعض علماء کا رویہ اس قسم کا ہے کہ اپنی تبلیغ وتقریر کے اندر کوئی اصلاحی بات نہیں بلکہ انتشار ہے اتحاد کی بجائے فرقہ واریت کی دعوت ہے اور بعض کا رویہ کل کے قصہ گو لوگوں کی طرح ہے کوئی عمل کی بات نہیں کوئی کام کی بات نہیں جو منہ میں آیا کہہ دیا قطع نظر اس کے کہ دین اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں۔اور پھر اگر کوئی آدمی دوران خطاب یا بعد میں کوئی سوال کر بیٹھے پھر اس کی خیر نہیں یا تو خدا کار اس سائل کی زبان بند کردیں گے یا خطیب بے بدل تکبر میں آکر ایسی بات کریگا جس سے وہ بیچارہ نشانہ مذاق بن جائے گا